بیمہ کی شرعی حیثیت

مفتی محمد صدیق ہزاروی
سابق رکن اسلامی نظریاتی کونسل

ارشاد خداوندی ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى. وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۱)

ترجمہ: ”اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو“۔

اس ارشاد خداوندی کے مطابق مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں، وہ جس صورت میں بھی ممکن ہو لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ یہ مدد نیکی اور خدا خوفی پر مبنی ہو گناہ یا ظلم وزیادتی پر کسی کی مدد کرنا حرام ہے۔

انسانی زندگی میں نقصان کا خطرہ رہتا ہے وہ نقصان مال تجارت میں ہو یا کسی حادثہ کی صورت میں مثلاً مکان گر گیا، گاڑی چوری ہو گئی، یا کوئی شخص فوت ہو گیا اور اس کی نابالغ اولاد ہے جو رزق حلال کمانے کے قابل نہیں تو بھوک وافلاس کی وجہ سے یا دیگر ضروریات زندگی کی عدم دستیابی کے باعث ان بچوں کے ضائع ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت میں باہمی تعاون کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ایک انسان کے لیے اتنے بڑے نقصان کی تلافی ممکن نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی ایک شخص تنہا اس کی مدد کر سکتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ معاشرہ کے کچھ افراد مل کر ایک ایسا فنڈ قائم کریں جس سے کسی حادثہ کے شکار شخص کی مدد کی جاسکے اور وہ شخص خود بھی اس فنڈ میں اپنا حصہ ڈالے تو نہایت مستحسن اقدام ہے اور اسلام میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

اس سلسلے میں ایک مثال قتل خطاء میں دیت کی ادائیگی ہے کہ جب کسی شخص سے قتل خطاء ہو جاتا ہے اور دیت کی ایک خطیر رقم جو ایک سو اونٹ یا ۴ء۳۷۴ کلو سونا یا ۳۰ء۶۱۸ کلو گرام چاندی ہے، کی ادائیگی اس شخص کے بس میں نہیں ہوتی تو شریعت اسلامیہ نے یہ دیت اس کے عاقلہ پر ڈالی ہے۔ یعنی اس کا قبیلہ وغیرہ دیت ادا کرے۔ باہمی تعاون ہی کی ایک شکل بیمہ یا انشورنس ہے ہم بیمہ کے لیے مستعمل الفاظ کی وضاحت، بیمہ کی اہمیت، بیمہ کی تاریخ، موجودہ شکل، اس کے عدم جواز کی وجوہ اور متبادل جائز صورت سے متعلق گفتگو کریں گے۔

بیمہ کے لیے مستعمل الفاظ اور ان کے معانی:

بیمہ فارسی کا لفظ ہے جو بیم سے بنا ہے اور بیم کا معنی خوف اور اندیشہ ہے اردو میں بھی یہی لفظ استعمال ہوتا ہے، اردو کی مستند فرہنگ آصفیہ میں ہے: بیمہ از بیم یعنی ضرر کا ذمہ یا ضمانت۔ جب سوداگر لوگ نقدی یا جنس وغیرہ کہیں بھیجتے ہیں تو وہ اس شخص کو جو اس کے ضائع یا تلف ہونے پر دام بھرنے کا اقرار کرتا ہے، کچھ کمیشن دیتے ہیں اس شرط یا اطمینان کو بیمہ کہتے ہیں۔

انگریزی زبان میں اس کا متبادل انشور (insure) ہے جس کا معنی یقین دہانی ہے اسی بنیاد پر بیمہ کو انشورنس (insurance) کہا جاتا ہے۔ عرب میں اسے ”عقد التامین“، یعنی ”معاہدہ امن“ کہتے ہیں علاوہ ازیں اسے ”سوکرہ“ بھی کہا جاتا ہے علامہ شامی نے اسے مستامن کے احکام میں سوکرہ سے یاد کیا ہے۔ (۲)

ان تمام الفاظ کو ملانے سے یہ مفہوم بنتا ہے کہ جب کسی نقصان وغیرہ کا خطرہ ہو تو اس سے تحفظ وامان حاصل کرنے کو بیمہ یا انشورنس کہا جاتا ہے۔

بیمہ کی تاریخ:

بنیادی طور پر بیمہ باہمی تعاون کی وجہ سے ایک مستحسن معاشرتی عمل ہے بشرطیکہ شرعی احکام کے خلاف نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ بیمہ کا رواج قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔ سترہویں صدی عیسوی میں برطانیہ میں تجارتی مقاصد کے لیے لندن کے کافی ہاؤسز میں بحری جہازوں کے مالکان اور کپتان اپنے کاروبار اور سمندری حوادث سے ہونے والے نقصان میں بحث کے لیے اکٹھے ہوتے تھے اس مقصد کے لیے لندن کے تمام کافی ہاؤسز میں مشہور ایڈورڈ لائیڈر تھا۔ بحث و مباحثہ کے بعد جہازوں کے مالکان اس نتیجے پر پہنچے کہ انہیں سمندری حوادث کے نقصانات کی تلافی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کے لیے علیحدہ شعبہ قائم کرنا چاہیے۔

ان کے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سب سے قدیم قسم بحری بیمہ (Marine insurance) وجود میں آئی اور اٹھارویں صدی کے شروع تک اس پر بڑے بڑے سرمایہ داروں کا غلبہ رہا۔ پھر ہوتے ہوتے ۱۷۶۰ء میں بیمہ کمپنیاں قائم ہو گئیں اس کے بعد وقت کے ساتھ ساتھ بیمہ کو تجارتی اہمیت حاصل ہو گئی۔(۳)

افادیت:

آدم سمتھ نے ۱۷۷۶ء میں لکھا تھا۔

بیمہ کا کاروبار غیر سرکاری لوگوں کی دولت کو بڑا تحفظ فراہم کرتا ہے اور وہ نقصان جو کسی ایک فرد کو تباہ کر سکتا تھا اسے پورے معاشرے پر تقسیم کر کے ہلکا اور آسان بنا دیتا ہے تاہم اس قسم کا تحفظ فراہم کرنے کے لیے یہ امر ضروری ہے کہ بیمہ کرنے والے بہت بڑا سرمایہ رکھتے ہوں۔(۴)

یقیناً بہت بڑا سرمایہ اسی صورت میں مہیا ہو سکتا ہے جب کچھ لوگ مل کر رقم جمع کریں یا کوئی تیسری قوت مثلاً بیمہ کمپنی ایک نظام قائم کر کے ممبر سازی کرے اور وہ ممبران یعنی بیمہ ہولڈر بیمہ کمپنی کو ہر ماہ ایک خاص رقم جمع کرواتے رہیں جس کو پریمیم (premium) یا قسط بیمہ کہا جاتا ہے اور بیمہ پالیسی کے تحت بیمہ کروانے کے نقصان کا ازالہ کرے۔

بیمہ کا طریقہ اور اقسام:

بیمہ زندگی کا بھی ہوتا ہے جسے (Life insurance) کہتے ہیں اور عربی میں اسے تامین الحیاۃ کہا جاتا ہے۔ بیمہ تجارتی بھی ہوتا ہے جسے کمرشل انشورنس کہتے ہیں۔

علاوہ ازیں گاڑی کا بیمہ، آگ کا بیمہ، اعضاء کا بیمہ وغیرہ بھی بیمہ کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ بیمہ دار مثلاً تیس سال کی عمر میں باقی تیس سال کے لیے بیمہ کرواتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اتنی رقم مثلاً دس لاکھ روپے اس کے وارثوں کو مل جائیں اور اگر وہ زندہ رہا تو وہ خود یہ رقم لے لے گا اور یوں وہ جس قدر ماہانہ قسط بنتی ہے ادا کرتا ہے۔ اگر وہ مدت پوری ہونے سے پہلے فوت ہو جاتا ہے تو پوری رقم اس کے ورثاء کو ملتی ہے اگرچہ جمع شدہ رقم کم ہو بعض اوقات وہ درمیان میں معاہدہ ختم کر دیتا ہے تو اسے پوری رقم واپس نہیں ملتی بعض اوقات رقم کے ڈوبنے کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔

بیمہ کے بارے میں علماء کی آراء:

ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے جمہور علماء کے نزدیک بیمہ کا موجودہ طریقہ کئی شرعی خرابیوں پر مشتمل ہے۔ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ اسے قمار (جوا) اور سود قرار دیتے ہیں۔

۱۳۱۲ھ میں جب ہندوستان میں گورنر جنرل کی کونسل سے بیمہ کا قانون پاس ہوا تو امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ سے شادی اور زندگی کے بیمہ کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: یہ نرا قمار (جوا) ہے اس میں ایک حد تک روپیہ ضائع بھی ہو جاتا ہے اور وہ منافع جس کی امید یہ دیں اور ملے بھی تو کمیٹی بے وقوف نہیں کہ گرہ سے (اپنی طرف سے) ہزار ڈیڑھ ہزار دے بلکہ وہی روپیہ ہو جو اوروں کا ضائع ہو گا اور ان میں مسلمان بھی ہوں گے تو کوئی وجہ اس کی حلت کی نہیں اللہ تعالی فرماتا ہے: "وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" (القرآن ۲: ۱۸۸)
"پس آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ"۔(۵)

جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی نے بھی اسے قمار اور ربوٰ قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ قمار اس لیے کہ ایک طرف سے ادائیگی متعین ہے اور دوسری طرف سے ادائیگی موہوم ہے جو قسطیں ادا کی گئیں وہ تمام رقم ڈوب بھی سکتی ہے اور اس سے زیادہ بھی مل سکتی ہے اور اسی کو قمار کہتے ہیں اور ربوٰ اس طرح ہے کہ اس میں روپے کا روپے سے تبادلہ ہے اور اس میں تفاضل ہے کہ بیمہ دار کی طرف سے رقم کم دی جاتی ہے اور اسے رقم زیادہ ملتی ہے البتہ زندگی کے بیمہ میں قمار نہیں لیکن ربوٰ اور غرر موجود ہے۔(۶)

اس غرر کے حوالے سے ممتاز محقق علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری فرماتے ہیں:

اس معاہدے میں کئی وجہ سے غرر (دھوکہ) پایا جاتا ہے: ۱- بیمہ زندگی کے علاوہ تمام اقسام بیمہ میں معاہدہ کے وقت بیمہ کی رقم موجود اور متعین نہیں ہوتی جب تک خطرہ واقع نہ ہو جائے اس کی تعیین نہیں ہوتی یہ غرر فی وجود التعیین ہے۔ ۲- بیمہ زندگی کے علاوہ باقی تمام قسموں میں مدت گزر جانے کے باوجود حادثہ پیش نہیں آتا تو بیمہ کی رقم سوخت ہو جاتی (ضائع ہو جاتی ہے) اور کچھ حاصل نہیں ہوتا یہ غرر فی الحصول ہے۔ ۳- زندگی کے بیمہ کے علاوہ اقسام میں اگرچہ رقم کی زیادہ سے زیادہ مقدار معین کر دی جاتی ہے لیکن نقصان ہونے پر نقصان کے تناسب سے یہ رقم متعین کی جاتی ہے یہ غرر فی المقدار ہے جب کہ بیمہ کی قسط فوری طور پر ادا کر دی جاتی ہے۔ ۴- بیمہ کی تمام قسموں میں بیمہ کی قسط ادا کرنے کا وقت متعین نہیں ہوتا کیونکہ موت اور حادثے کا وقت متعین طور پر ہمیں معلوم نہیں ہے یہ غرر فی الاصل ہے۔(۷)

عصر حاضر کے ممتاز و معروف محقق علامہ غلام رسول سعیدی نے شرح صحیح مسلم میں بیمہ سے متعلق نہایت تفصیلی گفتگو فرمائی ہے جو (ص 846 تا 870) پر مشتمل ہے۔ علامہ سعیدی بیمہ کے موجودہ نظام کے مفاسد بیان کرتے ہوئے چھ خرابیاں ذکر کرتے ہیں:

۱- بیمہ کمپنی کی طرف سے تجارتی اداروں کو سود پر رقم فراہم کی جاتی ہے۔

۲- بیمہ کرانے والے کو سود پر قرض دیا جاتا ہے۔

۳- اگر بیمہ کرانے والا دو تین قسطوں کے بعد قسطیں ادا نہ کرے تو اس کو رقم واپس نہیں دی جاتی اور یہ ظلم اور ناجائز عمل ہے۔

۴- بیمہ کمپنی مدت پوری ہونے کے بعد بیمہ کرانے والوں کو اصل رقم مع سود لوٹاتی ہے اور سود لینا دینا دونوں حرام ہے۔

۵- مدت پوری ہونے سے پہلے اگر کوئی شخص طبعی موت مر جائے یا کسی حادثہ میں ہلاک ہو جائے تو اسے پہلی صورت میں مدت کی رقم اور دوسری صورت میں دوگنی رقم دی جاتی ہے۔ جو رقم اقساط سے زائد دی جاتی ہے اگر اسے شرط لازم قرار دیا جائے (جیسا کہ عملاً اسی طرح ہے) تو یہ عقد صحیح نہیں اور اگر تبرع اور احسان قرار دیا جائے تو یہ واقعہ کے خلاف ہے۔

۶- زندگی کا بیمہ کروانے والا اپنے کسی وارث کے نام رقم نامزد کر دیتا ہے اور وہ رقم اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث کو ملتی ہے اور یہ نامزدگی وارث کے لیے وصیت ہے اور وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں۔ قرآن مجید میں ورثاء کے حصص مقرر کیے گئے ہیں۔ حدیث شریف میں: لاوصیۃ لوارث (سنن دار قطنی ۴/۹۷ نشر السنہ ملتان) (۸)

بلکہ اس شخص یا ان اشخاص کو مل جاتی ہے جن کے لیے پالیسی ہولڈر نے وصیت کی ہو حالانکہ وارث کے حق میں شرعاً وصیت کی ہی نہیں جاسکتی۔ (۹)

۱۰ شعبان ۱۳۹۸ھ کو رابطہ عالم اسلامی کے دفتر میں مجلس فقہی اسلامی کا اجلاس ہوا۔ اس میں انشورنس اور اس کی مختلف اقسام پر غور وخوض ہوا۔ علماء نے اس موضوع پر جو کچھ لکھا اسے بھی سامنے رکھا گیا اور انتہائی غور و فکر کے بعد فضیلۃ الشیخ مصطفی الزرقاء کے علاوہ تمام مجلس مجمع فقہی اس نتیجے پر پہنچی کہ تجارتی انشورنس کی تمام انواع واقسام حرام ہیں خواہ ان کا تعلق بیمہ جان سے ہو یا تجارتی ساز وسامان سے یا دیگر اشیاء سے، انہوں نے اس پر تفصیلی دلائل بھی دیئے۔ (۱۰)

اسلامی نظریاتی کونسل نے اس حوالے سے نہایت جاندار کام کیا۔ ممتاز مذہبی سکالرز کے علاوہ مختلف انشورنس کمپنیوں کے نمائندے پر مشتمل کمیٹیوں نے مختلف اوقات میں بیمہ کا جائزہ لیا جس میں خرابیوں کی نشاندہی بھی کی گئی، جائز قرار دینے والوں کے دلائل وجوابات بھی دیئے گئے اور اصلاحی تجاویز بھی دی گئیں۔ اس سلسلے میں ''علماء کرام کا موقف'' یوں بتایا گیا۔

''جب بیمہ کے ماہرین نے مالیت خطرہ اور پریمیم کے تعین کی وضاحت کی اور بیمہ کی خصوصیات میں سے نقصان کی تلافی اور قابل بیمہ مفاد کی نشاندہی کی تو علماء کرام نے ان سب کی اہمیت کو تسلیم کیا۔ ان کا ارشاد تھا کہ انہیں جس بات پر اعتراض ہے وہ نہ تو نقصان کی تلافی ہے جو بجائے خود ایک مستحسن اقدام ہے اور نہ قابل بیمہ کی موجودگی، کیونکہ اس کی موجودگی کو لازم قرار دینا بیمہ کو ملکی قانون کی نظر میں جواز

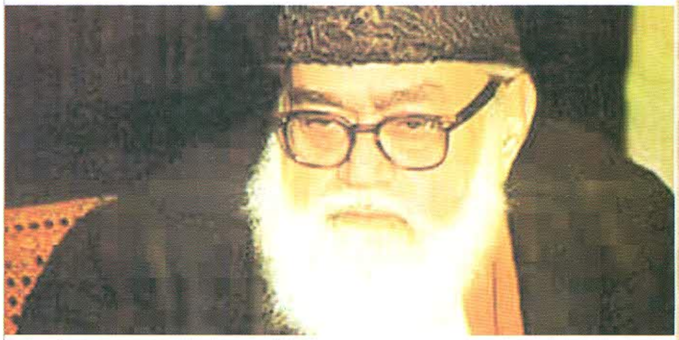

عطا کرتا ہے۔

مالیت بیمہ اور مالیت پر یمیم کے تعین میں کوئی امر غیر اسلامی نہیں، بیمہ میں جو عناصر اسے غیر اسلامی صورت دے دیتے ہیں وہ دوسرے ہیں اور اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی رپورٹ میں انہیں واضح کر کے بیان کر دیا ہے۔ جب تک بیمہ ان عناصر سے پاک نہیں ہو جاتا بیمہ کا کاروبار شریعت کی رو سے ناجائز قرار پائے گا یہ عناصر غرر، قمار اور ربا ہیں، جو بیمہ کی تمام موجودہ صورتوں میں لازمی اجزاء کی حیثیت سے موجود ہوتے ہیں۔ یہ عناصر بیمہ کے عمل کو اکل بالباطل کی حیثیت دے دیتے ہیں''۔ (۱۱)

اس تمام بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ بیمہ کی موجودہ شکل میں قمار (جوا) ربٰو (سود) غرر (دھوکہ) اور ظلم وزیادتی وغیرہ خرابیاں پائی جاتی ہیں۔

مولانا مودودی نے موجودہ نظام بیمہ کی تین خرابیاں بیان کی ہیں:

اول... یہ کہ انشورنس کمپنیاں جو روپیہ پریمیم کی شکل میں وصول کرتی ہیں اس کے بہت بڑے حصے کو سودی کاموں میں لگا کر فائدہ حاصل کرتی ہیں اور اس ناجائز کاروبار میں وہ لوگ آپ سے آپ کے حصہ دار بن جاتے ہیں جو کسی نہ کسی شکل میں اپنے آپ کو یا اپنی کسی چیز کو ان کے پاس انشورنس کراتے ہیں۔

دوم... یہ کہ موت یا حوادث یا نقصان کی صورت میں جو رقم دینے کی ذمہ داری کمپنیاں اپنے ذمہ لیتی ہیں اس کے اندر قمار کا اصول پایا جاتا ہے۔

سوم... یہ کہ ایک آدمی کے مرجانے کی صورت میں جو رقم ادا کی جاتی ہے اسلامی شریعت کی رو سے اس کی حیثیت مرنے والے کے ترکے کی ہے جسے شرعی وارثوں میں تقسیم ہونا چاہیے جبکہ یہ رقم ترکے کی حیثیت میں تقسیم نہیں کی جاتی

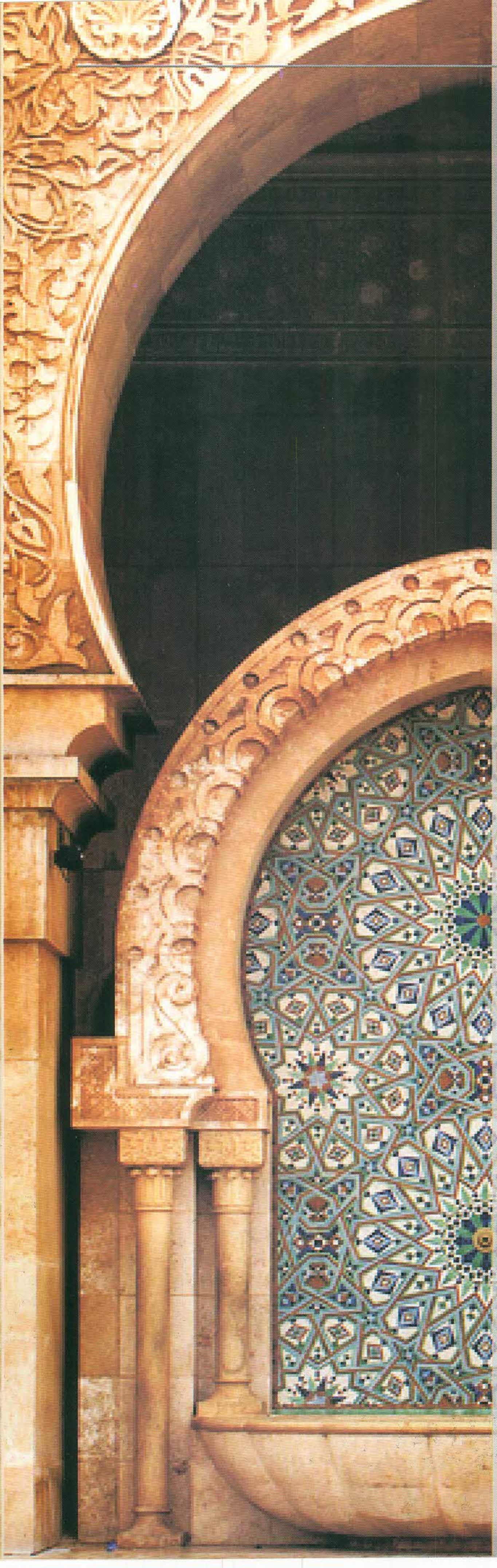

بیمہ کو جائز شکل دینا:

اس حوالے سے علماء کرام نے اپنی اپنی رائے دی ہے اور اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اپنی رائے پیش کی ہے۔ معروف محقق علامہ غلام رسول سعیدی کی تجاویز درج ذیل ہیں:

۱- بیمہ کمپنی صنعتی اداروں کو سود پر قرضہ دینے کی بجائے شراکت اور مضاربت کے اصول پر اپنا سرمایہ لگائے۔
علاوہ ازیں مختلف کاروباری اداروں سے حصص بھی خریدے جا سکتے ہیں اور بڑی بڑی عمارتیں بنا کر کرائے پر بھی دی جا سکتی ہیں۔

۲- بیمہ کرانے والے کو سود پر قرضہ نہ دیا جائے۔

۳- جو شخص دو تین قسطیں ادا کرنے کے بعد باقی اقساط جمع نہ کرائے اسے اس کی رقم واپس کی جائے البتہ اس سے دفتری اخراجات وضع کر لیے جائیں۔

۴- بیمہ کرانے والوں کو کمپنی حصہ دار قرار دے اور ان کے سرمایہ کو حصص قرار دے اور ان کے حصص کا جس قدر اوسط منافع بنتا ہے وہ ان کو دے دیا جائے البتہ کمپنی اپنا کمیشن مقرر کر کے اسے وضع کر سکتی ہے۔

۵- بیمہ کمپنیوں کو حکومت اپنی تحویل میں لے اور یہ جبری قانون بنا دے کہ بیمہ پالیسی پر اتنے فیصد امدادی رقم کاٹی جائے گی اور اس جمع شدہ فنڈ سے ان بیمہ کرانے والوں کی مدد کی جائے گی جو کسی ناگہانی حادثہ کا شکار ہو جائیں یا کسی پالیسی کی مدت پوری ہونے سے پہلے فوت ہو جائیں۔ لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے حکومت ایسا قانون بنا سکتی ہے کیونکہ امداد اور فنڈ میں چندہ دینا ہر چند کہ مستحب ہے اور فی نفسہ واجب نہیں لیکن قاعدہ یہ ہے کہ اگر امام (حکمران) کسی مباح کام کا بھی حکم دے تو وہ واجب ہوتا ہے۔[۱۲]

صرف ایک حوالہ یہاں پیش کیا جاتا ہے: علامہ شامی لکھتے ہیں:

اذا امر الامام بالصیام فی غیر الایام المنھیة وجب لما قدمناہ فی باب العیدان طاعة الامام فیمالیس بمعصیة واجبة [۱۳]

”جب حکمران ان دنوں میں روزہ رکھنے کا حکم دے جن میں روزہ منع نہیں تو وہ واجب ہو جاتا ہے جس طرح ہم نے عید کے بیان میں پہلے بیان کیا جو کام گناہ نہ ہو ان میں امام کی اطاعت واجب ہے“۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے فیصلہ میں بیمہ کی جائز صورتوں کے بارے میں حسب ذیل رائے ظاہر کی ہے:

"بیمہ کا عمل اگر تعاون، تکافل، تضامن اور تبرع کے جذبات اور بنیاد پر ہوں تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی بیمہ کمپنی اس طرح قائم ہو کہ اس کا ہر رکن مستامن بھی ہو اور یہ تمام مستامنین مل کر باہمی تعاون و تکافل کا معاہدہ کریں تو اس صورت میں یہ معاہدہ بوجوہ درج ذیل شرعاً جائز ہوگا"۔

١- سب مستامنین کی طرف سے جو اقساط ادا کی جائیں گی وہ بدل کے حصول کے ارادے سے نہیں دی جائیں گی بلکہ باہمی تعاون و تکافل کی نیت سے جمع کی جائیں گی۔

٢- جب وقوع خطر پر کسی ایک مستامن کو کوئی رقم بیمہ دی جائے گی تو اسے سب مستامنین کی طرف سے تبرع تصور کیا جائے گا جس میں غرر اور تعلیق جائز ہے۔

٣- چونکہ یہ صورت منافع کے حصول کے لیے نہیں ہوگی اس لیے اس میں قمار اور سود کا عنصر شامل نہیں ہوگا۔

۴- اس میں جمع شدہ روپیہ سود پر نہیں لگایا جائے گا بلکہ مضاربت پر دیا جائے گا۔

۵- جمع شدہ رقم میں سے مستامنین میں سے کسی ایک کو بوقت ضرورت قرض حسنہ (بلا سود) دیا جاسکتا ہے۔(١۴)

حواشی

١- (سورۃ المائدہ آیت:٢)

٢- پروفیسر شہباز احمد چشتی، جدید عصری مسائل اور ان کا شرعی حل، ص ١٢۵- ١٢٦، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور

٣- جدید عصری مسائل، ص ١٢٦

۴- بحوالہ رپورٹ اسلامی نظام بیمہ، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، ص ٩

۵- فتاویٰ رضویہ ٣٨/١٧، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

٦- اسلام اور جدید معیشت و تجارت بحوالہ جدید عصری مسائل، ص ١٢٨-١٢٩

٧- جدید عصری مسائل، ص ١٣٣، ١٣۴

٨- شرح صحیح مسلم، جلد ۵، ص ٨٦۵، ٨٦٦، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور

٩- رسائل و مسائل، جلد ٣، ص ٣١٢ تا ٣١۴ بحوالہ شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی، جلد ۵، ص ٨٦٣

١٠- رپورٹ اسلامی نظام بیمہ، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان، ص ١٦

١١- رپورٹ مذکورہ بالا، ص ٣۵

١٢- اس پر علامہ سعیدی نے تفصیلی دلائل دیئے ہیں تفصیل کے لیے دیکھئے شرح صحیح مسلم، جلد ۵، ص ٨٦٧، ٨٦٨

١٣- ردالمحتار، جلد اول، ص ٨٩٢

١۴- اسلامی نظریاتی کونسل، گیارہویں رپورٹ، ص ١٢-١٣

الله
ربنا آتنا في الدنيا حسنة
وفي الآخرة حسنة
وقنا عذاب النار